۱۹۴۷ء کا پنجاب اور فسادات

فرح گل بقائی

اِس مضمون کا مقصد اُن عوامل کی نشاندہی کرنا مقصود ہے جن کی بنا پر پنجاب کی تقسیم عمل میں آئی۔ ۱۹۴۷ میں پنجاب پر جو گزری اُس کا اثر پنجاب کی تاریخ پر ہمیشہ منعکس ہوتا رہے گا۔ ہزاروں، لاکھوں پنجابیوں کا قتل عام، خواتین کی بے حرمتی، جلاؤ گھیراؤ یہ ذہنی انتشار اِس قدر شدید تھا کہ پنجاب کا ہر شہری اِس تناؤ کا شکار ہوا۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب، فرقے، گروہ یا کسی بھی سیاسی جماعت سے وابستہ تھا۔

پہلی جنگ عظیم

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر روس میں انقلاب آیا جو کرہ ارض پر خصوصاً مشرقی یورپ اور ایشیا میں نئی تبدیلیاں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ خاص طور پر اِس دنیا میں کارفرما نوآبادیاتی نظام کو سخت دھچکا لگا۔ اِس نے قومی آزادی کی تحریکوں کو نئی زندگی دی۔ اِس کے ساتھ ہی نوآبادیاتی آقاؤں کو مستقبل کے خدشات اور اندیشوں سے دوچار کر دیا برصغیر پاک و ہند کے انگریز حکمرانوں میں یہ احساس بڑھنے لگا کہ رعایا کو مطمئن رکھنے کے لیے انہیں کسی نہ کسی سطح پر شریک حکومت کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے میونسپل سطح پر انتظام و انصرام مقامی لوگوں کے حوالے کرنے کا منصوبہ تیار ہوا اور لوکل سیلف گورنمنٹ کے تحت نمائندہ ادارے وجود میں لائے گئے۔ اِس کے ساتھ طریق انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا۔ تو کچھ رد و کد کے بعد فرقہ وارانہ نمائندگی کے اصول کو تسلیم کر لیا گیا اور اس بنیاد پر ان اداروں میں جداگانہ انتخابات کے ذریعہ مختلف مذہبی فرقوں کو نمائندگی دی گئی۔ پنجاب میں ہندو، مسلمان اور سکھ، تین مذہبی قومیتوں نے اپنے اپنے نمائندوں کا الگ الگ انتخاب کیا۔ گویا مقامی سطح پر جداگانہ قومیت کا نظریہ تیسری دہائی میں ہی تسلیم کر لیا گیا تھا۔

دوسری جنگ عظیم اور گاندھی کا قول

مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار 'ہری جن' میں وضاحت کی تھی کہ ہندوستانی فوجوں میں پنجابی مسلمانوں کی اس قدر اکثریت ہے کہ اگر ہندوستان متحدہ حالت میں آزاد ہو گیا تو یہ فوج پورے ہندوستان پر قبضہ کر کے اسے ایک مسلم ریاست میں تبدیل کر دے گی۔ یاد رہے کہ جب دوسری جنگ عظیم کے دوران گاندھی جی کے سیاسی رقیب سبھاش چندر بوس اور پنجابی جرنیل موہن سنگھ نے آزاد ہند فوج کے نام سے باغی فوج بنائی تو اس کے اسی فیصد سے زیادہ ارکان پنجاب کے مسلمان اور سپاہی تھے۔

بہرحال قیام پاکستان کے وقت دوسرے محکموں کی طرح فوج بھی تقسیم ہوئی تو پاکستانی فوج میں پنجابیوں کی بھاری اکثریت تھی۔[1]

پس منظر

پنجاب کی سیاست کو سمجھنے کے لیے 1947 سے پہلے کے سیاسی پس منظر کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ 1920 سے 1942 تک سر سکندر حیات خان وزیر اعلیٰ پنجاب تھے۔ آپ یونینسٹ پارٹی کے سربراہ تھے۔ اور یونینسٹ پارٹی میں ہندو، سکھ اور مسلمان زمیندار شامل تھے۔ یہ پنجاب کی ایک مضبوط پارٹی تھی۔ سکندر حیات خان کی وفات کے بعد جو 1942 میں ہوئی مسلمان ممبرز نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور یونینسٹ پارٹی سے علیحدہ ہو گئے۔ اِس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلم لیگ پاکستان کے لیے مطالبہ کر رہی تھی اور یہ مطالبہ عوام میں روز بروز مقبول ہوتا جا رہا تھا۔ مسلم لیگ ایک کیموٹل پارٹی کی حیثیت سے اُبھر رہی تھی۔ یہ ہی وجہ بنی کہ 1946 میں واضح اکثریت ہونے کے باوجود وہ پنجاب میں اپنی حکومت نہ بنا سکی۔ کیونکہ سکھوں اور ہندوؤں نے اُس کے ساتھ تعاون نہ کیا۔ یونینسٹ پارٹی نے 1946 کی الیکشن میں صرف 9 سیٹ حاصل کی تھیں واضح اکثریت اُس کے پاس بالکل نہیں تھی لہٰذا ہندو کانگریس پارٹی اور اکالی دل سکھ پارٹی نے یونینسٹ پارٹی سے تعاون کیا اور ان پارٹیوں کی متحدہ حکومت وجود میں آئی۔ فروری 1946 سے مارچ 1947 تک پنجاب میں یہ حکومت گورنمنٹ چلتی رہی جس کے سربراہ خضر حیات خان ٹوانہ تھے۔ مسلم لیگی مسلسل اِس اتحاد کی مخالفت کرتے رہے۔

اِس دوران سکھوں اور ہندوؤں کو احساس ہو گیا کہ مسلمان اقلیتوں کو اُن کے جائز حقوق سے محروم رکھا گیا۔ حالانکہ سکھوں کی خواہش تھی کہ پنجاب متحد رہے لیکن وہ مسلمان کی سرپرستی قبول کرنے کو تیار نہ تھے جس طرح متحدہ ہندوستان کی صورت میں مسلمان ہندوؤں کی سرپرستی نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ اِس کیموٹل کش مکش میں مسلم لیگ کی ایک ہی کوشش رہی کہ کولیشن گورنمنٹ کا تختہ اُلٹ دیں۔ مسلمانوں کی ہٹ دھرمی دیکھ کر ہندو اور سکھوں کا رویہ بھی سخت گیر ہو گیا۔ جب 2 مارچ 1947 کو خضر حیات ٹوانہ نے اپنی وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دیا تو تارا سنگھ نے پنجاب اسمبلی کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اپنی کرپان ہوا میں لہرا کر مسلمانوں کو مخاطب کرتے اور زوردار نعرے لگاتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم ہندوستان کے حصے بخرے نہیں ہونے دیں گے۔ ہم سرزمین پنجاب کے ایک ایک انچ کے لیے جنگ کریں گے مسلمانوں کیلئے محمد علی جناح کا پاکستان نہیں بن سکتا۔ اگر پاکستان بنا تو پنجاب کے مسلمانوں کو خون کے دریا عبور کرنا ہوں گے۔ اور پھر بہ آواز بلند یہ نعرہ لگایا:

نہیں بنے گا پاکستان   اکھنڈ رہے گا ہندوستان

جو مانگے گا پاکستان اُس کو دیں گے قبرستان

ماسٹر تارا سنگھ کی اِس تعصب پسند تقریر کے بعد سارے پنجاب میں فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔[۲]

تقسیم پنجاب کی سکیم کے اصل محرک اور موجد گیانی کرتار سنگھ بیان کیے جاتے ہیں۔ اس تجویز کے سب سے بڑے حامی سردار بلند یو سنگھ ہیں جن کا واحد مقصد جاٹستان قائم کرنا تھا۔[۳]

ماؤنٹ بیٹن نے ۲۲ مارچ، ۱۹۴۷ میں وائسرائے کا منصب سنبھالا۔ ویول اور دوسرے انگریز افسر ایک عرصے سے ہندوستان میں انتقال کی منتقلی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ اُن کی پلاننگ بتدریج منتقلی پر تھی۔ تاکہ کوئی بحران نہ سامنے آئے۔ پاکستانی اور ہندوستانی انگریزوں کی سرپرستی میں اپنے اپنے علاقوں کی کمان نسب ونسق سنبھال لیں۔

انگریز افسران پُرامن منتقلی کی پلاننگ اور سکیم تو بناتے رہے مگر ماؤنٹ بیٹن کی جلد بازی اور بدنیتی نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ مثال کے طور پر ریڈ کلف ایوارڈ ۱۱، اگست تک مکمل تھا۔ بعض مبصرین کا تو خیال ہے کہ پنجاب کا ایوارڈ تو اُس سے بھی پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ مگر ماؤنٹ بیٹن نے اُسے جان بوجھ کر منظر عام پر نہیں آنے دیا تاکہ اُس کا پول دنیا پر عیاں نہ ہو جائے اور منتقلی کی ساری تقریبات اور تیاریاں لڑائی جھگڑوں اور سیاسی خلفشار کا مرکز نہ بن جائیں۔

پنجاب کی اہمیت ہندوستان کے لیے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پنجاب ہندوستان کے لیے غذائی اجناس فراہم کرتا تھا۔ یہاں کے نوجوان مستعد اور محنتی فوجی تھے۔ جو اپنی خدمات دنیا کے کسی بھی کونے میں سرانجام دینے کے لیے تیار تھے۔ موسلے اپنی کتاب *The Last Days of British Raj* میں لکھتا ہے کہ فوج میں پینسٹھ فی صد مسلمان فوجی تھے۔ جس کا مطلب ہے کہ تیرہ مسلمان بالمقابل سات ہندوؤں کے۔ جب کہ آبادی کے لحاظ سے مسلمان نو (۹) بالحاظ چوبیس کے تھے۔ پہلے مسلمان فوجی انگریزوں کے لیے جنوبی افریقہ، اٹلی، ملایا اور برما میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران جس طرح مسلمان فوجیوں نے انگریز کا ساتھ دیا تھا اُس کو انگریز افسران بہت سراہتے تھے جبکہ گاندھی اور عام ہندو تو جاپان کے ہندوستان میں تسلط کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو گئے تھے۔ مسلم لیگ کانگریس کے برعکس انگریز کا ساتھ دیتی رہی لیکن جب تقسیم کا معاملہ آیا تو انگریز نے ہندو اکثریت کا ساتھ دینے میں اپنا مفاد سمجھا۔

متحدہ پنجاب ایک بڑا صوبہ تھا۔ یہاں پر ۵۷ فیصد لوگ مسلمان تھے۔ جب اُنیس سو چھیالیس ۱۹۴۶ء کے انتخابات ہوئے تب مسلم لیگ نے مسلم سیٹ پر اَسی فیصد ووٹ حاصل کیے۔ مسلم لیگ کو اصولی طور پر پنجاب کی حکومت بنانے کی دعوت

دینی چاہیے تھی لیکن اُس وقت کے گورنر پنجاب نے خضر حیات سے کہا کہ وہ منسٹری بنائے کیونکہ یونینسٹ پارٹی نے صرف سات سیٹ جیتی تھیں لہذا ۷ مارچ ۱۹۴۶ء اس نے ہندو سکھ کی مدد سے کولیجن منسٹری بنانے میں کامیاب ہو گئے۔[۵]

معاونت کے دور کا اختتام

دو اقدامات نے برصغیر کی تقسیم کے عمل کو (فرقہ وارانہ) المیہ سے بچ نکلنے سے ناکامی سے دوچار کر دیا۔ ان میں سے پہلے اقتدار کی اِس قدر عجلت اور بلا سوچے سمجھے منتقلی تھا۔ جبکہ دوسرا سرکاری ملازمین (خاص طور پر پولیس اور فوج سے متعلق) کو فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم کر دینا...... اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ انتقال اقتدار میں عجلت برتنا سودے بازی کا حصہ تھا۔ کہ ایسا کرنے کے عوض ہندوستان کو برطانوی دولت مشترکہ میں شامل کرنے میں پس و پیش نہ کی جائے گی۔[۶]

پنجاب میں جنگ عظیم دوئم نے برطانوی انتظامی سسٹم کو بالکل جامد کر دیا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں ظہور پذیر ہونے والے فرقہ وارانہ صورتحال کو تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا۔ ادھر پنجاب خانہ جنگی کی طرف چلا جا رہا تھا اور ادھر انگریز افسران بے بسی سے تماشا دیکھنے کے علاوہ کچھ نہ کر پا رہے تھے۔ وہ خطہ جو کبھی ہندوستان میں انگریزوں کے اقتدار کا بنیادی ستون گردانا جاتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں روز افزاں خطرات اور اضطراب کی کیفیات سے دوچار تھا۔ یہ خُوف کہ پنجاب میں پھوٹ پڑنے والی دہشت گردی اور تشدد ہندوستان کے دوسرے علاقوں کا بھی رخ نہ کر لے اور تشدد اور فرقہ وارانہ منافرت کی چنگاری ہندوستانی فوج کے دامن میں گر کر شعلہ نہ بن جائے۔ اور مبادا انگریز سرکار سے ان کی وفاداری مجروح ہو جائے۔[۷]

اقتدار کو منتقل کر دینے کا متنازعہ فیصلہ کیا۔ پچھلے دس برسوں کے دوران ہونے والی سیاسی پیش رفت اور مختلف قومیتوں کے تعلقات میں بگاڑ کی وجہ سے یہ صورتحال وقوع پذیر ہوئی تھی اس کے باوجود اِس سوال کو پوچھے بغیر چارہ نہیں کہ انگریزوں اور زمینداروں کے مابین ایک صدی پرانا اتحاد ۱۹۴۶ء میں اس قدر تیزی سے کیونکر ٹوٹ گیا۔

برطانوی راج کا خاتمہ

انگریز سرکار کی اتھارٹی کو ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے نتائج سے سخت دھچکا لگا۔ ہندوستانی سیاستدانوں کی بڑی تعداد کے نزدیک یونینسٹ پارٹی کی یہ عبرت ناک شکست دراصل نو آبادیاتی حکومت کی شکست تھی۔ اور اِس میں تو شک ہی نہیں کہ انگریز افسروں کا یونینسٹ پارٹی سے ہی قریبی تعلق تھا۔

انگریزوں کی طرفداری یہ تاثر بھی پھیل چکا تھا کہ انگریز سرکار مطالبہ پاکستان کے بارے میں کچھ زیادہ پُر جوش ہرگز

نہیں۔ لیکن مسلم لیگ میں کچھ ہی عرصہ قبل شامل ہونے والے پنجاب کے بڑے زمیندار اس سے پہلے انگریز انتظامیہ کے ساتھ کام کر چکے تھے اور وہ یقیناً حکومتی کاموں میں اِس انگریز انتظامیہ کا پھر سے ہاتھ بٹانے کو بالکل تیار تھے۔ لیکن انگریز سرکار نے یونینسٹ پارٹی، کانگریس اور اکالیوں کو کولیشن حکومت بنا لینے کا موقع فراہم کر دیا۔ جس کے نتیجے میں زمینداروں میں (جو کہ اب مسلم لیگ کے ساتھ تھے) ناراضگی اور غصے کی لہر پھیلتی چلی گئی اور مغربی پنجاب کا مسلمان زمیندار طبقہ انگریزوں سے تعاون سے علیحدہ ہو گیا۔ لہذا تقریباً ایک صدی پرانا ''سسٹم آف کنٹرول'' اس وقت بالکل ہی تحلیل ہو گیا۔[۸]

سر برٹینڈ گلینسی کی یونینسٹ پارٹی کو حیات نو بخشنے کے غیر دانشمندانہ اقدام کی اصل وجہ پارٹی کی انتخابات میں عبرت ناک شکست سے اسے (گلینسی کو) لگنے والا زبردست دھچکا تھا اس کے علاوہ ذاتی طور پر فرقہ وارانہ تضاد اور منافرت کو بھی سخت ناپسند کرتا تھا۔ مسلم لیگ کی انتخابات میں شاندار کامیابی کے باوجود اکالیوں کی قوت اور مطالبہ پاکستان کی ان کی طرف سے پرزور مخالفت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ مسلم لیگ کی فتح کے باوجود اسے اسمبلی میں قطعی اکثریت حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ گلینسی کی کوشش تھی کہ وہ یونینسٹوں کو مختلف قومیتوں کے درمیان پل کی حیثیت سے بحال کرنے کی کوشش کر سکے۔ جب مسلم لیگ تمام تر کوششوں کے باوجود وزارت بنانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ تو گلینسی نے سکون کا سانس لیا اور خضر کو وزارت بنانے کی دعوت دی۔ (یونینسٹ نے مارچ ۱۹۴۶ء سے مارچ ۱۹۴۷ء) تک پنجاب میں کولیشن Coalition حکومت کرنے کی کوشش کی لیکن مسلم لیگ اُن کی شدید مخالفت کرتی رہی) اب جب مسلم لیگ کو دعوت دی گئی کہ وہ پنجاب میں اپنی حکومت قائم کرے تو کانگریس ،اکالیوں اور یونینسٹ نے اُن کی شدید مخالفت کی۔) یوں گورنر پنجاب نے 93 انڈین ایکٹ نافذ کر دیا۔

جونہی خضر نے وزارت عظمیٰ سنبھالی گلینسی نے ریٹائرمنٹ لے لی اور آنے والے مشکل وقت سے نبرد آزماء ہونے کی ذمہ داری ایوان جینکنز کے کاندھوں پر آن پڑی جو کہ وائس رائے ویول کا سابقہ پرائیویٹ سیکرٹری تھا۔

کولیشن حکومت قائم ہوئی اور بظاہر قومیتی تعاون کی روایتی فضا کو بحال کر دیا گیا۔ مسلم لیگ نے ہندوؤں اور سکھوں کے بارے میں اپنے رویئے میں سختی پیدا کر لی اور انگریزوں کے لیے بھی ناپسندیدگی کا کھلے عام اظہار کرنے لگی۔[۹]

بنگال اور ہندوستان کے بقیہ علاقوں میں امن و امان کی تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیشِ نظر لارڈ ویول نے مشہور ''بریک ڈاؤن پلان'' کا اعلان کیا۔ جس کے تحت ۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء تک مرحلہ وار ہندوستان سے انگریز سرکار کی واپسی متوقع تھی۔ جب ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان میں وارد ہوئے اس وقت پنجاب کی صورت حال نے تشویشناک

صورتحال اختیار کر لی تھی۔ ہندو اور سکھ ایک طرف اور مسلمان دوسری طرف تھے۔ صوبہ میں قتل وغارت تشدد بڑھ گیا تھا۔ پنڈریل مون اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان روانگی سے قبل اس بات کی تلقین کی گئی تھی کہ وہ ہندوستان میں متحدہ حکومت کی کوشش کرے گا۔ اگر اکتوبر تک وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ایسا ممکن نہیں تو پھر وہ تجاویز پیش کرے کہ کیا حکمت عملی تیار کی جائے تاکہ منتقلی کا عمل کامیابی سے طے ہو سکے۔ کیمونل تفریق اس حد تک بڑھ چکی تھی اس کی وجہ گاہے بگاہے کی قتل وغارت جس میں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بنے اِس کیمونل نفرت نے ہندوستان کی یکجہتی کو پارہ پارہ کر دیا کانگریس لیڈر سوائے گاندھی کے سب اس بات سے اب متفق ہو گئے تھے کہ اِس تشدد اور قتل وغارت کا علاج کٹا پٹا پاکستان میں مضمر ہے۔ یہاں تک کہ قائداعظم محمد علی جناح نے نومبر ۱۹۴۶ء میں ویول سے کہا کہ انگریزوں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ان کا ملک دے دیں چاہے وہ جتنا بھی چھوٹا ہو'' گو قائداعظم کٹے پھٹے پاکستان سے خوش نہیں تھے۔ انہوں نے ماؤنٹ بیٹن سے بات چیت کے دوران بھی اِس بات پر زور دیا'' کہ مجھے اِس کی پرواہ نہیں کہ تم مجھے کتنا پاکستان دیتے ہو۔ اہم بات یہ ہے کہ وہ مکمل خودمختار ہو'' انہوں نے البتہ سفارش ضرور کی کہ بنگال اور پنجاب کو تقسیم نہ کیا جائے کیونکہ یہ مسلم اکثریتی علاقے تھے۔ مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ اِس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان صوبوں کو زبردستی حاصل کریں۔۱۰

قائداعظم اور سکھ معاملہ

ماؤنٹ بیٹن تقسیم کے معاملہ میں انہیں خطوط پر عمل پیرا تھا۔ جس کا زیادہ تر ہوم ورک ویول کر چکا تھا۔ (ویول ہندوستان کا وائسرائے تھا۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء سے مارچ ۱۹۴۷ء تک)[۱۱]۔ انہوں نے ہندوستان کی تقسیم کا جائزہ تو ۴۶-۱۹۴۵ کے دوران لینا شروع کر دیا تھا[۱۲]۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ تقسیم میں کون کون سی پیچیدگیاں درپیش ہیں۔ سکھ لیڈر پنجاب کی تقسیم کی بات تو کر رہے تھے جبکہ سکھوں کی تعداد کُل آبادی کا صرف تیرہ فیصد حصہ تھی۔ اور یہ آبادی تقریباً سارے پنجاب میں پھیلی ہوئی تھی[۱۳]۔ قائداعظم نے مئی ۱۹۴۷ء کے دوران ماسٹر تارا سنگھ اور مہاراجہ پٹیالہ سے مل کر سکھوں اور مسلمانوں میں مستقل دوستی کرنے کی کوشش کی اور تجویز پیش کی جو حسب ذیل ہے۔

ا- سکھ پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ واپس لیں۔

ب- مسلمان تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ راوی سے جمنا کا علاقہ سکھوں کا ماتر بھومی ہے جس میں سکھوں کو مکمل حقوق حاصل ہوں گے۔

ج- پاکستان میں سکھوں کو ایک ذیلی قوم کی حیثیت اور داخلی خودمختاری حاصل ہو گی۔

د- پورے ملک میں بیس فیصد اور پنجاب میں ۱۳ فیصد کے بجائے ۳۳ فیصد نشستیں سکھوں کیلئے مخصوص ہوں گی۔ یہی

تناسب عدلیہ اور عدالت عالیہ میں ہوگا۔

ہ۔ پنجاب کے گورنر اور وزیر اعلیٰ میں ایک عہدہ ہمیشہ کیلئے سکھوں کیلئے وقف ہوگا۔

و۔ پاکستان فوج میں سکھ افسروں اور جوانوں کا تناسب ۴۰ فیصد ہوگا۔

ز۔ پاکستان میں کوئی ایسا قانون نافذ نہیں ہوگا جو سکھ اقلیت کے مفاد کے خلاف ہوگا۔ اِس ضمن میں سکھوں کو سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہوں گے۔

سکھ دل کے لیڈر گیانی ہری سنگھ فکر مند تھے کہ اگر پنجاب تقسیم ہوا تو سکھ لیڈر تو آرام سے گھروں یا گوردواروں میں بیٹھ جائیں گے اور قوم تباہ و برباد ہو جائے گی۔ گیانی ہری سنگھ سکھ لیڈروں سمیت تارا سنگھ کے پاس مشنری کالج امرتسر پہنچا۔ انہوں نے تارا سنگھ کو قائداعظم سے ملاقات کے لیے ہزار منت ساجت کی مگر تارا سنگھ کسی صورت ملاقات کیلئے تیار نہ ہوا۔[۱۴]

''سچی کھوج'' کے مصنف مہاتما کلیان داس جی نے اپنی مذکورہ کتاب میں لکھا ہے کہ جس طرح انگریز ماسٹر جی (تارا سنگھ) کو حکومت دینے کیلئے تیار تھے اس طرح مسلمانوں نے بھی خلوص دل سے پیشکش کی تھی مگر تارا سنگھ کے سر پر ایک بے عقلی اور خوفناک بھوت سوار تھا۔ گاندھی نے ہندو راج اور جناح نے مسلم راج حاصل کیا۔ مگر لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے ۲۷ سال لیڈری کر کے سکھ قوم کو گڑھے سے نکال کر کنوئیں میں دھکیل دیا۔[۱۵]

گورنر جنرل اور تقسیم

متحد گورنر جنرل اور تقسیم ماؤنٹ بیٹن کی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ وہ دونوں نئی مملکتوں کا گورنر جنرل ایک ہی ہو۔ حالانکہ جولائی کے شروع میں قانون آزادی ہند کا جو ڈرافٹ تیار کیا گیا تھا۔ اُس میں یہ شق بھی شامل تھی کہ دونوں مملکتوں میں سے ہر ایک کا علیحدہ گورنر جنرل ہوگا۔ لہذا اِس شق کے مطابق ضروری نہ تھا کہ ایک ہی شخص دونوں نئی مملکتوں کا گورنر جنرل رہے۔ ماؤنٹ بیٹن اور کانگریس رہنما شروع ہی سے ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر تھے۔ اِس لیے بھارت نے اِسے خوشی سے اپنا گورنر جنرل بنا لیا البتہ پاکستان کے اکابرین اِس حقیقت سے بھی آشنا تھے۔ کہ ماؤنٹ بیٹن کا جھکاؤ ہندوستان کی طرف ہے۔ ماؤنٹ بیٹن کی بے تکلفی جو نہرو کے ساتھ روا تھی وہ سیاسی حلقوں میں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ ایسے حالات میں پاکستان کے لیے سیاسی اثرات منتج ہوتے ہیں وہ سیاسی بصیرت رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ جس کا ایک عکس بنگال اور پنجاب کی تقسیم سے ظاہر ہو ہی گیا تھا۔ بعد کی تاریخ بھی اِس بات کی غماز ہے کہ ماؤنٹ بیٹن ایک متعصب اور ہندو نواز وائس رائے تھا اور مسلمانوں ہند کے ساتھ اُس کو خاص بغض و عناد تھا۔ کشمیر جہاں اَسی فیصد سے زیادہ مسلمان تھے۔ اُس کی پوری کوشش تھی کہ پورا کا پورا کشمیر

ہندوستان کی جھولی میں ڈال دے۔ وہ تو جنگجو قبائلیوں کی بدولت کشمیر کا کچھ ہندوؤں کے غاصبانہ قبضہ سے آزاد ہو گیا۔ ماؤنٹ بیٹن اُس وقت اچھنباء میں آ گیا جب مسلم لیگ نے قائداعظم کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل نامزد کیا۔[۱۶] مسلم لیگ کے اسی اقدام کو تاج برطانیہ کی توہین گردانی جارہی تھی۔ کیونکہ ماؤنٹ بیٹن تاجِ برطانیہ کا ایک چشم وچراغ تھا۔

۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے ماؤنٹ بیٹن سے کہا کہ دونوں مملکتوں کا واحد گورنر جنرل بننے کے مقابلے میں دونوں مملکتوں کے گورنر جنرلوں پر نگران بننا کہیں زیادہ اعزاز کا باعث ہوگا۔ لیکن ماؤنٹ بیٹن اپنی اِسی ضد پر قائم رہا کہ میں نگرانِ اعلیٰ نہیں بلکہ دونوں مملکت کا گورنر جنرل ہی بنوں گا۔ بصورت دیگر ہندوستان کا گورنر جنرل بھی نہیں بنوں گا۔ اس نے قائداعظم کو یہ بھی کہا کہ گورنر جنرل کا عہدہ تو محض آئینی ہوگا۔ حقیقی طاقت تو ملک کے وزیرِاعظم کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر مسٹر جناح پاکستان کے وزیرِاعظم بن جائیں تو حقیقی اختیارات ان کے ہاتھ میں ہی ہوں گے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی کیونکہ انتقال اقتدار کی بنیاد ۱۹۳۵ کے قانون پر تھی جس میں تمام معاملات میں گورنر جنرل کو بالادستی حاصل تھی۔ قائداعظم اِسی قانونی اور حقیقی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو محض تماشائی گورنر جنرل بننے کیلئے ماؤنٹ بیٹن کی ضد بے معنی تھی[۱۷]۔ جب اس ضد میں اسے ناکامی ہوئی اور اِس کا انتقامی جذبہ انتہائی جوش وخروش کے ساتھ ابھر آیا۔ اس نے قائداعظم سے پوچھا کیا آپ کو اس بات کا اندازہ ہے یہ سودا آپ کو کتنا مہنگا پڑے گا۔ آپ کو شاید تمام اثاثوں بلکہ پاکستان کے مستقبل سے ہی ہاتھ دھونے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔[۱۸]

ریڈکلف ایوارڈ اور تقسیم پنجاب

لارڈ اٹیلی نیق ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو اعلان کیا کہ بہت جلد لارڈ ویول کو واپس بلا لیا جائے گا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ برطانیہ اب یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اس کا ہندوستان میں زیادہ دیر تک اقتدار سنبھالے رکھنا کوئی مصلحت آمیز امر نہیں ہے۔ اِس لیے جون ۱۹۴۸ء تک ہندوستان کے نمائندوں کو اقتدار منتقل کر کے برطانیہ ہندوستان خالی کر جائے گا۔

لارڈ اٹیلی کے اِس اعلان کو مارچ ۱۹۴۷ء میں عملی جامہ پہنا دیا گیا اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو لارڈ ویول کی جگہ نیا وائسرائے مقرر کر دیا گیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو بحیثیت وائسرائے ہند دہلی پہنچا۔ لارڈ اٹیلی نے اِس کو ہندوستان کے بارے میں ایک جامع منصوبہ دے کر روانہ کیا تھا۔ لیکن اِس منصوبے پر عمل درآمد کرنے سے قبل اسے کہا گیا تھا کہ وہ بذاتِ خود ہندوستان کے سیاسی لیڈروں سے تبادلہ خیالات کر کے اُن کے نظریات سے آگاہ ہو جائے۔ اِس ہدایت کے پیشِ نظر اس نے آتے ہی

کانگریس کے لیڈر مسٹر جواہر لعل نہرو جو اس وقت برطانوی ہندوستان کی وزارت میں وزیر خارجہ کے عہدے پر متمکن تھا۔ اس سے ملاقات کی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نہرو سے بہت متاثر ہوا۔ ماؤنٹ بیٹن نے جو اعلان تیار کیا تھا اس میں دو باتیں حیرت انگیز نوعیت کی تھیں ایک یہ کہ صوبے مسلم لیگی اکثریت کے تھے صرف ان کا ایک علیحدہ مملکت بنانے کی تجویز پیش کی گئی اور ایسے صوبے جہاں مسلم اکثریت ہے ان کو آبادی کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا۔ اس طرح ایک مسئلہ درپیش ہوا کہ ملک کے کون کون سے جغرافیائی علاقے بھارت یا پاکستان میں شامل کئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ ہوا صوبہ سرحد کی حیثیت متعین کرنے کے لیے ریفرنڈم کرایا جائے۔ وہ برطانوی کابینہ کو اس بات پر رضامند کروا آئے کہ جون ۱۹۴۸ء کے بجائے برطانیہ اگست ۱۹۴۸ء ہی میں اقتدار کی منتقلی کا اعلان کردے۔[۱۹]

3 جون 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن نے جو اجلاس طلب کیا۔ اس میں مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح اور خان لیاقت علی خان نے شرکت کی اور کانگریس کی طرف سے پنڈت نہرو اور سردار ولبھ بھائی پٹیل شامل ہوئے اور اقلیتوں کی نمائندگی کرنے کے لیے سردار بلدیو سنگھ اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے آئے۔ چنانچہ 3 جون 1947 سے ملک کو تقسیم کا اعلان کیا اور ساتھ ہی یہ بتایا کہ یہ تقسیم جون 1948 کی بجائے اسی سال کردی جائے گی اور دونئی حکومتوں کی تشکیل تقریباً اڑھائی ماہ تک کردی جائے گی اور بہت ممکن ہے کہ اس کمیشن کی طرف سے دیئے گئے ایوارڈ میں واقعی وہی خطوط وحدود ہوں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ اس میں کچھ تغیر وتبدل کا امکان ہے۔ تاہم یہ فیصلہ کمیشن کی کارروائی کے بعد منظر عام پر آئے گا۔[۲۰]

مستقل بین الاقوامی سرحدوں کا تعین کرنے کے لیے برطانوی حکومت کی طرف سے ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ جس میں دو نمائندے پاکستان کی طرف سے اور دو ہندوستان کی طرف سے لئے گئے ایک کمیشن کی سربراہی ایک جج مسٹر سیرل (Cyril) ریڈکلف کے سپرد کی گئی اور اس فیصلے کو آخری فیصلہ قرار دیا جانا تھا۔ مغربی سرحدوں کے لیے مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل تھا۔

۱- مسٹر سیرل (Cyril) ریڈکلف چیئرمین حکومت برطانیہ۔

۲- مسٹر جسٹس دین محمد رُکن پاکستان

۳- مسٹر جسٹس محمد منیر رُکن پاکستان

۴- مسٹر جسٹس مہر چند مہاجن بھارت

۵- مسٹر جسٹس تیجا سنگھ بھارت

پنجاب بونڈری کمیشن میں سکھ نمائندے سردار بلدیو سنگھ کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ یہ امر قابل ذکر کہ ریڈ کلف کو بین الاقوامی سرحدوں کے جغرافیائی تعین کے لیے مقرر کیا تھا اور اِس فیصلہ کو آخری فیصلہ تصور کیا جاتا تھا۔ رُکن پاکستان اور ہندوستان جنہوں نے ریڈ کلف کو مشورہ دینا تھا محض امدادی ارکان تھے۔ حتمی فیصلہ ریڈ کلف کا ہونا تھا۔ ریڈ کلف 8 جولائی 1947ء کو دہلی پہنچا اور آتے ہی لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات کی۔ ریڈ کلف زندگی میں پہلی مرتبہ ہندوستان آیا تھا اور ہندوستانی تنازعے سے صرف دستاویزی حد تک واقف تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے وائس ریگل ہاؤس کے ایک کونے میں ریڈ کلف کو ٹھہرایا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن کی رسائی اُس تک بہت آسان تھی اور اس کا پورا پورا فائدہ ماؤنٹ بیٹن نے اُٹھایا۔ ماؤنٹ بیٹن نے آتے ہی اُس کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ ہندوستان کی تقسیم کا اعلان وہ کر چکا ہے اور کانگریس نے انگریز حکام کی برتری قبول کرتے ہوئے اپنا پہلا گورنر جنرل بھی اُسے ماؤنٹ بیٹن کو مقرر کیا۔ اِس لیے اب ہندوستان کے مفادات ماؤنٹ بیٹن کے لیے اہمیت رکھتے تھے۔ اِس لحاظ سے ماؤنٹ بیٹن کی غیر جانبداری شروع سے ہی مشکوک تھی۔ آبادی کے لحاظ سے پنجاب کی سرحدوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کانگریس لیڈروں نے بتایا ہے کہ تمام ریاستوں کو خودمختاری حاصل ہوگئی۔ کہ وہ جس ملک کے ساتھ چاہے الحاق کر لیں۔ ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ کشمیر کے الحاق کا ہے۔ کیونکہ موجودہ صورت حال میں کشمیر ہندوستان سے کٹا ہوا ہے۔ یہ پورا کا پورا پاکستان کی جھولی میں گرتا ہے۔ یہ جغرافیائی لحاظ سے مجبوری ہے۔ اِس لیے سرحدوں کا تعین ایسا ہونا چاہیے جس سے بھارت کی ڈائریکٹ رسائی کشمیر تک ہو۔

ریڈ کلف کو جو رائے ملتی رہی اُس پر عملدرآمد کا اپنا کام شروع کر دیا۔ ابھی حد بندی کے نزعی نکات کمیشن کے سامنے بھی نہ آئے تھے کہ ریڈ کلف نے جسٹس دین محمد کے ساتھ ہوائی جہاز میں پنجاب کے خاص علاقے یعنی گورداسپور اور ضلع فیروز پور پر پرواز کا پروگرام بنایا۔ اِس پرواز سے وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جغرافیائی لحاظ سے کس حد تک کشمیر کو بھارت سے منسلک کیا جاسکتا ہے اور مغربی پنجاب کو خشک سالی کا شکار کرنے کے لیے کس حد تک ضلع فیروز پور آبی راستوں کو بھارت کے حوالے کر سکتا تھا۔

ریڈ کلف کی بدنیتی کو دین محمد فوراً بھانپ گئے اور صحت کی خرابی کا بہانہ کر کے ریڈ کلف کے ساتھ پرواز کرنے سے معذرت چاہی۔ ریڈ کلف نے جسٹس منیر کو راضی کر لیا۔ مگر موسم کی خرابی کی وجہ سے پرواز منسوخ ہوگئی۔ بعد میں کانگریسی لیڈروں نے ریڈ کلف کو ایک نقشاء پیش کیا۔ جس میں بین الاقوامی سرحدوں کا تعین انہوں نے خود ہی کر دیا تھا۔ اِس نقشے میں انہوں نے ضلع گورداسپور، پٹھانکوٹ، بٹالہ بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ ان کا اصل مقصد بھارت کو کشمیر میں داخل ہونے کے لیے براہ راست

راستہ دینا تھا۔ کیونکہ اگر یہ تحصیلیں پاکستان کا جز دبن جاتیں تو بھارت کسی صورت بھی کشمیر سے کوئی تعلق نہ رکھ سکتا تھا۔[۲۱]

3 جون پلان میں فیروز پور، تحصیل زیرہ اور ضلع جالندھر کی تحصیل نکودر کو پاکستان کا جزو دیکھایا گیا تھا۔ یہ علاقے آبی راستوں کی گزرگاہ کے سلسلے میں پاکستان کے لیے بہت اہم تھے۔ پاکستان ارکان نے اس پر بحث کرنے کے لیے ریڈکلف کی توجہ مبذول کرائی تو ریڈکلف نے جھوٹ بول دیا اور دونوں نمائندوں کو مطمئن کر دیا کہ آپ پریشان نہ ہو تحصیل پٹھانکوٹ، گورداسپور نکودر اور زیرہ کو پاکستان ہی کا جزو دکھایا جا رہا ہے۔ میں آخری فیصلہ میں اِس کا ذکر کروں گا۔ پاکستانی نمائندوں نے ریڈکلف کی بات پر یقین کر لیا۔

ریڈکلف نے آخری رپورٹ 9، اگست کو وائسرائے کو پیش کر دی۔ ریڈکلف کے اِس ایوارڈ کو صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ 14 اگست کو ملک تقسیم ہوئے اور اِس ایوارڈ کا اعلان 17 اگست 1947 کو کیا گیا۔ یہ کیسی تقسیم تھی کہ نقشے جن کی بنیاد پر تقسیم ہوئی تھی وہ صیغہ راز میں رکھے گئے یہ سب سے بڑا ثبوت ہے انگریز کی بد دیانتی کا۔ اِس طرح وہ لوگ جو اِن تحصیلوں میں اِس خیال سے بیٹھے رہے کہ یہ پاکستان کا حصہ ہیں۔ یکا یک بھارت کی سرحدوں میں مقید ہو گئے اور خونریز فسادات کی نظر ہو گئے۔ ایک اندازے سے دو لاکھ مسلمان ان علاقوں میں ہندو غنڈوں کی بربریت کا شکار ہوئے۔

ریڈکلف تو 15 اگست کو برطانیہ روانہ ہو گیا۔ اِس مصمم ارادہ کے ساتھ کہ اب وہ کبھی ہندوستان کی سرزمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ اُس نے جو بنیاد پاکستان اور ہندوستان کے درمیان بغض اور عناد کی ڈالی تھی۔ اُس کا خمیازہ ہندوستان اور پاکستان کی نسلیں آج تک بھگت رہی ہیں۔[۲۲]

گورداسپور

پنجاب کی تقسیم میں ریڈکلف نے بنگال کے کلکتہ سے بھی زیادہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔ گورداسپور کے ضلع کی آبادی میں مسلمانوں کی واضح اکثریت تھی۔ تقسیم کے متفقہ فارمولے کی ہر شق کے مطابق یہ ضلع پاکستان کے حصے میں آتا تھا۔ لیکن ریڈکلف بغیر کوئی وجہ بتائے اُسے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ بھارت کو دے دیا۔ اس طرح بھارت کو ریاست جموں و کشمیر کے ساتھ آمد و رفت کا وہ راستہ مل گیا جو کسی اور طرح اسے میسر نہ آسکتا تھا کیونکہ گورداسپور کے بغیر بھارت کو کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرنے کا موقع ہاتھ نہ آسکتا تھا۔ نہ راستہ مل سکتا تھا۔ پہلی بار 1846ء میں انگریزوں نے جب کشمیر ڈوگروں کے ہاتھ فروخت کیا تھا تو اُس کی قیمت مبلغ 75 لاکھ روپے رکھی۔ اب عین سو سال بعد فرنگیوں نے جب دوسری بار کشمیر ہندوؤں کے قبضۂ اختیار میں دینے

کی چال چلی، تو اُس کی بھاری قیمت بھارت سے نہیں بلکہ پاکستان سے وصول کی گئی۔ گورداسپور کے راستے بھارت کو کشمیر کے ساتھ براہ راست منسلک کر کے برطانیہ نے پاکستان کی نظریاتی، جغرافیائی اور معاشی سرحد پر ایک ننگی تلوار لٹکا دی۔ اور مغربی نقطۂ نظر سے اس نئی مملکت کو غیر متوقع اطراف وجوانب سے بھارت کے بے جواز گھیراؤ میں دھکیل دیا۔

فیروز پور

مغربی پنجاب کی معاشی زندگی کو بھارت کے پنجۂ اختیار میں دینے کے لیے ریڈکلف نے گورداسپور کے نہلے پر فیروز پور کا دہلا بھی مار دیا۔ فیروز پور میں ان نہروں کے ہیڈ ورکس تھے، جو مغربی پنجاب کو سراب کرتے تھے۔ ریڈکلف نے یہ ہیڈ ورکس بھی بھارت کی جھولی میں ڈال دیئے۔

۱۷ اگست ۱۹۴۷ء کو جب ریڈکلف کا مفسدانہ اور نامنصفانہ ایوارڈ کا اعلان ہوا۔ اُس وقت مشرقی پنجاب دہلی کے مسلمانوں پر قتل وغارت کی قیامت ٹوٹی ہوئی تھی۔ ہندوؤں اور سکھوں کے مسلح جتھے فوجیوں اور پولیس کی مدد سے کلمہ گو مردوں، عورتوں اور بچوں کے جان، مال اور ناموس سے درندوں کی طرح کھیل رہے تھے کتنے لوگ تہ تیغ ہوئے؟ کتنی عصمتیں لٹیں؟ کتنے معصوم بچے مارے گئے؟ ان سوالوں کا جواب تاریخ کے حساب دان دینے سے سراسر قاصر ہیں۔ اِن کا جواب صرف پاکستان کی بنیادوں میں محفوظ ہے۔ [۲۳]

ریڈکلف نے اشارہ دیا تھا کہ یہ ایوارڈ دس یا بارہ اگست تک تیار ہو جائے گا۔ درحقیقت یہ ایوارڈ آٹھ اگست کو تیار ہو گیا تھا اور مسلمان اور ہندو عملے نے جو ریڈکلف کے دفتر میں کام کر رہا تھا سیاسی لیڈروں کو اس ایوارڈ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ دوسرا ذریعہ جس سے یہ ایوارڈ قبل از وقت افشاء ہو گیا۔ وہ پنجاب کے گورنر ایوان جینکنز (Evan Jenkins) کے ذریعے سے ہوا۔ پنجاب کے گورنر نے ریڈکلف کے سیکٹری بیو ماؤنٹ (Beaumont) کو کہا تھا کہ اسے تقسیم کی حد بندی کے بارے میں پیشگی اطلاع دے دی جائے تاکہ وہ متاثرہ تحصیلوں اور اضلاع میں ہنگامی امور کا بندوست کر سکے چنانچہ بیو ماؤنٹ نے مندرجہ ذیل نوٹ ٹیلی فون پر لکھوا دیا۔ [۲۴]

جنکنز جو گورنر پنجاب تھا اپنی طرف سے کوشش کی کہ ہندو سکھ اور مسلمانوں میں صلح ہو جائے اور وہ پنجاب کی تقسیم سے باز رہیں لیکن اِس وقت تک تینوں گروہوں میں اِس قدر بغض اور عناد بھر چکا تھا کہ اُن کو عقل وفہم کی کوئی دلیل سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی وہ مسلمانوں کو سمجھاتا رہا کہ وہ اکثریت میں ہیں اِس کا ہرگز مطلب نہیں کہ وہ اقلیتوں کو نظرانداز کریں۔ مگر مسلم لیگ نے اِن باتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔

ماؤنٹ بیٹن کے ہاتھوں، پنجاب ایوارڈ دبائے جانے کو عظیم غداری کہا گیا ہے اس نے پنجاب گورنر جنکنز اور تقسیم پنجاب کمیٹی کو بھی دھوکہ دیا اور اِن سے کیا ہوا وعدہ ایفانہ کیا کانگریسی اور مسلم لیگ لیڈروں سے بھی غداری کی اور ان سے یہ حقیقت پر دے میں رکھی کہ وہ ایوارڈ کو دبانے کا خفیہ فیصلہ کر چکا ہے علاوہ ازیں اسی نے اٹیلی کابینہ سے بھی بے وفائی کی اور ان کو دو اہم باتیں نہ بتائیں اول اس کا سٹاف کے ساتھ متفقہ فیصلہ کہ ایوارڈ کو جلد شائع کروایا جائے۔ کیونکہ اس سے بدامنی کا خطرہ کم ہو جائے گا اور دوم جب اس نے گزشتہ اتفاق رائے سے انحراف کرتے ہوئے ایوارڈ کو دبانے اور اس کی اشاعت کو پندرہ اگست تک ملتوی رکھنے کا فیصلہ کیا۔ مزید برآں وہ مولانا آزاد کو دی گئی یقین دہانی سے منحرف ہو گیا اس نے یقین دلایا تھا کہ تقسیم ہند کی منظوری کے بعد وہ خون بہادے گا نہ فساد ہونے دے گا۔ اور اگر فسادات کو مٹانے کی ضرورت پڑی تو فوج، ٹینک اور ہوائی جہاز استعمال کر کے فسادیوں کو کچل دے گا لیکن ایوارڈ کی تیاری کے بعد ماؤنٹ بیٹن کا پانچ روز تک بیکار بیٹھے رہنا جبکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ہر روز کی تاریخ سے شدید بدامنی کا خطرہ بڑھ رہا ہے دراصل یہ التواء ماؤنٹ بیٹن کی مولانا آزاد کانگریس اور پنجاب سب سے غداری کے مترادف ہے۔[۲۵]

اختتامیہ

تقریباً تمام مورخین اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ پنجاب میں تقسیم کے وقت جو خون کی ندیاں بہہ نکلیں وہ ماؤنٹ بیٹن کی جلد بازی اور غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے ہوا۔ ابوالکلام آزاد ''انڈیا ونز فریڈم'' میں لکھتے ہیں یاد رہے کہ یہ وہی مولانا ابوالکلام آزاد ہیں جو تقسیم کے وقت کانگریس کے صدر تھے ''ساری دنیا کو علم ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کے دلیرانہ اعلان کے بعد کیا ہوا جب تقسیم ہوئی تو ملک کے اکثر حصوں میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ معصوم لوگ خواتین اور بچے قتل عام کا نشانہ بنے۔ ہندوؤں، مسلمانوں کو قتل عام سے بچانے کے لیے موثر اقدامات نہ کئے گئے۔''[۲۶]

بقول اسٹنلے والپرٹ کے وائسرائے ماؤنٹ بیٹن کا سب سے احمقانہ فیصلہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم تھی اور نئی سرحدوں کی بنیاد بھی اِن صوبوں کے وسط میں رکھی گئی۔ یہ بہت بڑی حماقت تھی۔[۲۷]

حکومت برطانیہ بھی ماؤنٹ بیٹن کی غیر منصفانہ تقسیم سے خوش نہیں تھی اور ونسٹن چرچل جو کہ وزیر اعظم تھے انگلستان کے ''شرمناک فرار'' سے تشبیہہ دی۔[۲۸]

حوالہ جات

۱- محمد حنیف رامے، پنجاب کا مقدمہ، جنگ پبلیشرز، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۳۲۔

۲- محمد ایوب خان، تحریک پاکستان اور جالندھر، اساطیر، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ص ۲۵۵-۲۵۶۔

۳- عذرا وقار، (مرتبہ)، تحریک پاکستان اور نوائے وقت: منتخب مضامین ۱۹۴۴ء-۱۹۴۷ء، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، (سنٹر آف ایکسیلنس)، قائداعظم یونیورسٹی)، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۵۷۵۔

۴- Leonard Mosley, *The Last Days of the British Raj,* Weidenfeld and Nicholson, London, 1962, p. 16.

۵- Riaz Ahmad, *Muslim Punjab's fight for Pakistan Leagues Agitation Against coalition Ministry of Sir Khizr Hayat Khan Tiwana* Jan - March 1947, Pakistan Journal of History & Culture, Vol. XXVII, Jan-June 2007, No.1, Islamabad, 2007, p. 1.

۶- این ٹالبوٹ، (مترجم) طاہر کامران، تاریخ پنجاب ۱۸۴۹ء تا ۱۹۴۷ء برطانوی دور حکومت کی جامع تاریخ، تخلیقات، لاہور، ص ۲۳۲۔

۷- ایضاً، ص ۲۳۳۔

۸- ایضاً، ص ۲۳۴۔

۹- ایضاً، ص ۲۳۳۔

۱۰- Penderal Moon, *The British Conquest and Dominion of India,* Part II: 1858 - 1947, Indian Research Press, Delhi, 1999, p. 1170.

۱۱- Stanley Wolpert, *Shameful Flight,* (The last year of the British Empire in India), Oxford University Press, Karachi, 2006, p. XII.

۱۲- ایضاً، ص ۹۷۔

۱۳- ایضاً، ص ۱۰۳۔

۱۴- محمد ایوب خان، بحوالہ سابقہ، ص ص ۳۰۴-۳۰۵۔

۱۵- ایضاً۔

۱۶- محمد علی چراغ تحریک پاکستان، سنگ میل پبلی کیشن، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۳۸۹۔

۱۷- محمد ایوب خان، حوالہ سابقہ، ص ۲۹۱۔

۱۸- H.V. Hodson, *The Great Divide, Britain, India & Pakistan,* Oxford University Press, Karachi, 1969, p. 331.

۱۹- ایم۔ جے اعوان، تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار، ص ۲۷۵۔

۲۰- ایضاً، ص ۲۷۶۔

۲۱- ایضاً، ص ص ۲۷۷-۲۷۸۔

۲۲- ایضاً، ص ۲۸۰۔

۲۳- قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ، سنگ میل پبلی کیشن، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ص ۳۰۳-۳۰۵۔

۲۴- رمیض احمد ملک، تین دریا کیسے کھوئے، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۲۷۔

۲۵- صفدر محمود (ترجمہ) تقسیم ہند، جنگ پبلی کیشن، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۶۹۔

۲۶- Maulana Abul Kalam Azad, *India Wins Freedom,* Vanguard, Lahore, 1989, p. 207.

۲۷- اسٹینلے والپرٹ، حوالہ سابقہ، کتاب کے فلیپ پر تفصیل دیکھئے۔

۲۸- ایضاً۔